اصلاح بین الزوجین کی قرآنی تعلیم اور پاکستانی سماج میں طلاق کے روز افزوں رجحانات
(سیرتِ نبوی ﷺ کا اختصاصی مطالعہ)

*ڈاکٹر عاصم نعیم

**ڈاکٹر سیدہ سعدیہ

Abstract

In the last four decades great and universal changes occur across the whole world. Among these changes are increasing rations of divorce, living relationship and as a result the issues of children's birth and their brought up, homosexual marriages and living alone of women after getting divorces or becoming widow. From 2010 to 2017 there is a remarkable increase in the ration of divorce in Pakistan. Almost ten thousand cases of divorce had been registered during these years in big cities of Pakistan like Karachi, Lahore, Faisal Abad and Rawalpindi. This situation is a symbol of weakness in family as an institution. Islam has provided comprehensive teachings regarding family system and also provided instructions in case of any problem and conflict. Quran teaches us to appoint two persons as arbitrator from the families of married couple who is having some conflicts. The family life is one of the aspects of teachings of Holy Prophet (PBUH) regarding social life. He not only provide us with detail instructions regarding the strength of family life but also give solutions about the conflicts. The tradition of strong marital relationship can be seen through out the Islamic history in Islamic societies. This is because of the teachings of Quran and Sunnah, the practice of Sahaba and Tabaeen, legal and constitutional instructions given by Muslim Scholars. This research article analyse and define the criteria and qualification for the people responsible for arbitration among married couples, determine their responsibilities and authorities. It also discusses the difference in their nature being rural or urban and the legal statues of their decisions. It also take into consideration, on prior bases, the analytical study for the issues and problems regarding the implementation of Quranic teachings in the establishment of legal institutions for this.

Key words: Family life, correction, reconciliation, judges, separation,

---

*ایسوسی ایٹ پروفیسر، ادارہ علومِ اسلامیہ، یونیورسٹی آف دی پنجاب، لاہور

**اسسٹنٹ پروفیسر، انچارج ادارہ عربی و علوم اسلامیہ، جی سی ویمن یونیورسٹی، لاہور

گذشتہ چار دہائیوں میں سائنس و ٹیکنالوجی کی تیز تر ترقی اور جدیدیت کے روزافزوں رجحانات سے مشرق و مغرب کے خاندانی نمونوں میں ہمہ گیر اور عظیم تبدیلیاں رونما ہوئی ہیں۔ ان تبدیلیوں میں طلاق کے بڑھتے رجحانات، بلا نکاح ازدواجی تعلقات اور نتیجتاً اولاد کی پیدائش و پرداخت کے مسائل، ہم صنفی شادیاں، اور طلاق و بیوگی کے بعد عورتوں کا پوری عمر تنہا گزار دینا، قابلِ ذکر ہیں۔2010ء سے 2017ء کے دوران پاکستان میں طلاق کی شرح میں قابلِ ذکر اضافہ نوٹ کیا گیا ہے۔ مذکور عرصہ میں پاکستان کے بڑے شہروں، کراچی، لاہور، فیصل آباد اور راولپنڈی میں سالانہ تقریباً دس ہزار سے زائد طلاق کے کیسز کی رجسٹریشن نوٹ کی گئی ہے۔[1] مذکور صورتِ حال ادارہ خاندان کی کمزوری کی علامت اور اس کی مضبوطی وخوشحالی کے لیے تشویش ناک ہے۔

مسلم اہلِ دانش کا دعویٰ ہے کہ اسلامی معاشرت میں عورت کے بارے میں ایک منفرد اور متوازن طرزِ عمل اختیار کیا گیا ہے۔ دینِ اسلام نے ادارہ خاندان کے استحکام و مضبوطی کے لیے جامع اور ہمہ گیر تعلیمات دی ہیں، اور اس ادارہ کی کمزوری و فساد کی صورت میں اصلاح کے لیے بھی ہدایات و اقدامات کا ایک مربوط و منظم پروگرام دیا ہے۔ قرآنِ حکیم نے یہ تعلیم دی ہے کہ جب ادارہ خاندان میں فساد و نزاع کے آثار پیدا ہوں تو اسباب و وجوہ کی تحقیق و تفتیش سے قبل ہی دونوں کے خاندانوں میں سے (کم از کم) دو (سنجیدہ و فہمیدہ) افراد کو اصلاح کا ٹاسک دے کر اس معاملے کا مُنصف و نگران مقرر کر دو۔ قرآنِ حکیم میں ارشاد ہوا ہے: وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا ۚ اِنْ يُّرِيْدَآ اِصْلَاحًا يُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا ۗ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا خَبِيْرًا [2]

"اور اگر تمھیں میاں بیوی کے درمیان پھوٹ پڑنے کا اندیشہ ہو تو (ان کے درمیان فیصلہ کرانے کے لیے) ایک منصف مرد کے خاندان میں سے اور ایک منصف عورت کے خاندان میں سے بھیج دو۔ اگر وہ دونوں اصلاح کرانا چاہیں گے تو اللہ دونوں کے درمیان اتفاق پیدا فرما دے گا۔ بیشک اللہ کو ہر بات کا علم اور ہر بات کی خبر ہے"

نبی کریم ﷺ نے معاشرت و سماجیات کے ضمن میں جن پہلوؤں کے بارے میں جزوی ہدایات و تعلیمات ارشاد فرمائی ہیں، اُن میں سے ایک عائلی و سماجی زندگی ہے۔ آپ ﷺ نے نکاح و ازدواج کے

انعقاد، اس کی بر قراری واستحکام، نیز بوجوہ اس میں در آنے والے مسائل و پیچیدگیوں کے حل کے بارے میں بھی تفصیلی ہدایات دی ہیں۔
مسلم معاشروں میں، بایں وجہ، اصلاح بین الزوجین کی مضبوط روایات قائم رہی ہیں، جن کی بنیا قرآن و سنت، اُسوہ نبوی ﷺ، عہدِ صحابہ و تابعین کا تعامل، اور علماء وفقہاء کے بیان کردہ قانونی و دستوری قواعد و نکات رہے ہیں۔ زیرِ نظر موضوع میں اصلاح بین الزوجین کے ذمہ دار افراد کی صفات واہلیت (Criterion & Qualification)، ان کے اختیارات و ذمہ داریوں (Liability & Authority) کا تعین، دیہی وشہری معاشروں میں ان کی نوعیت میں فرق، اور ان کے فیصلوں کی شرعی و قانونی حیثیت، کا جہاں جائزہ لیا جائے گا وہاں قرآنِ حکیم کی اصلاح بین الزوجین کی تعلیم کو قانونی وادارتی نوع میں تشکیل کے مسائل و معاملات کا تجزیاتی مطالعہ، ترجیحی طور پر پیشِ نظر رہے گا۔
اہم الفاظ: عائلی زندگی، اصلاح بین الزوجین، حکمین، مفاہمت، علیحدگی۔

بحث ودلائل

عائلی زندگی۔ اسلامی تعلیمات

اسلام کی نظر میں عائلی زندگی خاندان کی بنیاد ہے۔ اور معاشرتی زندگی کا وہ ابتدائی پتھر ہے جس سے سارا معاشرہ تعمیر کی قوت حاصل کرتا ہے۔ خاندان میں مرد عورت یعنی میاں بیوی اور بچے بھی شامل ہیں۔ ان لوگوں کا آپس میں گہرا اور مضبوط تعلق ہی پورے معاشرے کے لئے اطمینان اور سکون کا باعث بنتا ہے۔ ان رشتوں کی مضبوطی کی بنا پر عائلی زندگی مضبوط ہوتی ہے۔ سکون، راحت، محبت ورحمت شادی کے مقاصد میں سے ہیں۔ جیسا کہ اللہ رب العزت نے قرآنِ حکیم میں فرمایا ہے: ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ [3]

" اللہ کی قدرت کے نشانات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس نے تمہاری جنس میں سے تمہارے لیے بیویاں پیدا کیں، تاکہ ان سے سکون واطمینان پاؤ، اور اللہ نے تمہارے درمیان محبت ونرم دلی کو قائم کر دیا، اس میں یقیناً غور وفکر سے کام لینے والوں کے لیے نشانیاں ہیں"

اسلام زندگی میں جنس کی ضرورت اور اہمیت کو تسلیم کرنے کے ساتھ ساتھ اس بات پر بھی زور دیتا ہے کہ انسان کو اس کے اظہار کے لیے آزاد نہیں چھوڑا جاسکتا اور نہ اس حق میں ہے کہ وہ جہاں اور جس طرح چاہے اپنی اس فطری خواہش کو پورا کرے، بلکہ وہ اس کے گرد رشتہ ازدواج کا مضبوط حصار کھینچتا ہے۔ انسان اپنی جنسی ضروریات کو اپنی بیوی ہی سے پوری کر سکتا ہے جو جائز اور صحیح طریقے سے اس کے عقد میں آتی ہو۔ اس سے ہٹ کر اگر وہ کوئی قدم اٹھاتا ہے تو اسلام کے نزدیک یہ سخت ترین جرم ہے جس کے لیے وہ سخت سزائیں تجویز کرتا ہے۔ یہ تعلق نفسیاتی تسکین، اخلاقی تحفظ اور انسانی ضروریات کی تکمیل کے ساتھ ساتھ نسلِ انسانی کے تحفظ اور بقاء کا باعث بنتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يَآيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا[4]

"اے لوگو! اپنے پرودگار سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی سے اس کی بیوی کو پیدا کر کہ دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلا دی "

علامہ محمد بن علی بن محمد شوکانیؒ (م:1250ھ) اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

قال المفسرون: خلق لکم من جنسکم أزواجا تستأنسوبها ،لان الجنس یأنس الی جنسه و یستوحش عن غیر جنسهو بسب هذه الأنسه یقع بین الرجال النسآء ما هو بسب للنسل الذی هو المقصود بالزواج ،ولهذه قال: وجعله لکم من أزواجکم بنین و حفدة[5]

"مفسرین کہتے ہیں کہ اللہ نے ہی تمہارے لئے تمہاری ہم جنس بیویاں بنائیں تا کہ تم ان سے محبت حاصل کرو، کیونکہ کوئی بھی جنس اپنی ہی جنس سے مانوس ہوتی ہے اور غیر جنس سے اسے وحشت ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے مردوں اور عورتوں کے درمیان محبت والفت پیدا ہوتی ہے اور شادی کا مقصود ہی نسل کا اضافہ ہے۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کہ اس نے ان بیویوں سے تمہیں بیٹے اور پوتے عطا کئے "

مختصر یہ کہ اسلام میں شادی کا ادارہ اس سوال کا جواب فراہم کرنے کی کوشش کرتا ہے کہ کس طرح انسان کی روحانی ضروریات اور جسمانی ضروریات کا حل پیش کیا جائے۔ محبت کا انکار کیے بغیر پاکی کے راستے پر کس طرح چلا جائے اور ایک ایسے جانور کی صنفی خواہش کو کس طرح قابو میں لایا جائے جو فرشتہ تو نہیں بن سکتا تاہم آدمی بن سکتا ہے۔ یہ بلند نصب العین خالصتاً اسلامی ہے۔[6]

ازدواجی زندگی میں زوجین کے درمیان مشکلات و غلط فہمیوں کا پیدا ہونا ایک فطری امر ہے۔ اس سے یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ ازدواجی زندگی اخذ و عطا، عسرت و مسرت اور سعادت و شقاوت سے مملو ہے۔ تاہم نہ تو یہ سعادت دائمی ہوتی ہے نہ ہی شقاوت۔ بلکہ معاملہ ان کے بین بین رہتا ہے۔ زوجین سے مطلوب یہ ہوتا ہے کہ وہ عطاء و محبت کے اعلی درجات کے حصول کے لیے کوشش کرتے رہیں۔ تاکہ ان کے درمیان اعتماد اور باہمی احترام کی ٹھوس بنیادوں پر خاندان کا آشیانہ قائم رہے۔ زوجین کے مابین تعلقات کی مضبوطی و برقراری کے لیے دونوں کے خاندانوں کا کردار نہایت اہم ہے۔

زوجین کے مابین اختلافات و نزاعات سے بچاؤ اور پیدا ہو جانے کی صورت میں ان کے حل کے لیے سنت و سیرت نبوی ﷺ سے ہمیں بہت سی ہدایات حاصل ہوتی ہیں۔ معروف سیرت نگار ڈاکٹر یٰسین مظہر صدیقی کے الفاظ میں خاتم النبیین ﷺ نے نبوت و بعثت کے تمام تقاضوں اور مقاصد کی انتہائی تعمیر اور کامل ترین تکمیل کر دی، جس کے بعد کسی اضافہ کی گنجائش نہیں۔ ان میں سماجی اخلاق کی تکمیل و اتمام بھی شامل ہے، اور اس کا ذکر حدیثِ نبوی ﷺ : **بعثت لاتمم مکارم الاخلاق** "میں اخلاق کے تمام مکارم کے اتمام کے لیے مبعوث کیا گیا ہوں" میں ملتا ہے۔ سماجی اخلاقیات کے باب میں دوسرے ابواب سے کہیں زیادہ نازک جہانِ نسواں کا باب ہے اور اس سے بھی نازک تر مرد و زن کے باہم ارتباط اور تعلق کا معاملہ۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنی اصلاحات و احادیث سے اس کو بھی استوار کر دیا ہے۔[7]

عصرِ حاضر میں گھریلو زندگی میں معمولی باتوں پر اختلافات، علیحدگی و طلاق پر منتج ہو رہے ہیں۔ ذرا سی رنجش ہوئی اور طلاق کی تلوار حرکت میں آگئی اور چشم زدن میں ہنستے بستے گھرانے کو جلا کر خاکستر کر دیا۔ بچے جو ماں باپ کی محبت بھری چھاؤں میں سکھ کی نیند سوتے تھے۔ اب کہیں بچے ماں کے پاس باپ کے لئے ترس رہے ہیں تو کہیں باپ کے پاس سوتیلی ماں کے نفرت بھرے طعنے سن رہے ہیں۔ مزید بر آں حقِ طلاق کو اس قدر بے دریغ اور بے جا طریقے سے استعمال شروع کر دیا ہے کہ اس کے آداب و شروط کا خیال رکھنا تو کجا، اس کے احکام تک سے واقفیت نہیں ہے۔ شوہر کو جہاں غصہ آیا فوراً اس کی زبان پر طلاق کا لفظ بے ساختہ آ گیا۔

اس ضمن میں سوال پیدا ہوتا ہے کہ عصرِ حاضر میں گھریلو ناچاقیوں اور اس کے نتیجے میں طلاق کے اسباب و عوامل کیا ہیں۔ مذکور اسباب و عوامل سے صحیح طور پر واقفیت کے بعد ان کے تدارک کے لیے نبوی ﷺ

تعلیمات مشعلِ راہ بن سکتی ہیں۔ اہم مسائل کا خلاصہ اور سیرتِ نبوی صَلَّى اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی روشنی میں ان کے حل کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

زوجین میں اختلافات وتنازعات کے عمومی اسباب

چند اسباب حسب ذیل ہیں:

۱۔ زوجین میں فطری عدم مناسبت

بعض اوقات والدین اپنے بچے یا بچی کی شادی ایسی جگہ طے کر دیتے ہیں، جو منکوحین میں سے دونوں یا کسی ایک کے لیے پسندیدہ نہیں ہوتی، یا ان کی تربیت ایک دوسرے سے بالکل مختلف ماحول میں ہوئی ہوتی ہے یا اُن کی عمروں میں فرق ہونے کی بنا پر ان کی پسند وناپسند میں اختلاف پیدا ہو جاتا ہے۔ اُن میں ذہنی ہم آہنگی پیدا نہیں ہو پاتی۔ نتیجتاً لڑائی جھگڑے شروع ہو جاتے ہیں۔

۲۔ معاشی مسائل

خاوند کا بے روزگار ہونا ایک سنگین مسئلہ ہے۔ مہنگائی نے جہاں بہت سے سماجی مسائل کو جنم دیا ہے وہاں اس سے خاندانی ادارے کا استحکام بھی بہت حد تک متاثر ہوا ہے۔ بنیادی ضروریات کی فراہمی میں مشکلات یا نان نفقہ کی عدم فراہمی پر اور حد سے بڑھتی ہوئی خواہشات نے لوگوں کے رویّوں میں بہت حد تک تبدیلی پیدا کی ہے۔ جس کی وجہ سے گھریلو زندگی میں تناؤ پیدا ہوتا ہے جو زوجین میں جھگڑے اور شقاق کا اہم سبب ہے۔ [8]

۳۔ تنگ نظری اور دوسرے کے مقام کو تسلیم نہ کرنا

تنگ نظری یہ ہے کہ صرف اپنی ذات کو سامنے رکھ کر سوچنا۔ اجتماعی فائدے کی بجائے انفرادی مفادات کو ترجیح دینا یہ تنگ نظری ہے۔ اگر یہ تنگ نظری زوجین میں ہو اور ان میں سے ہر ایک دوسرے کے مقام و مرتبے کو تسلیم نہ کرے اور نہ ہی گھر میں اس کی رعایت ہو تو یہ ہی چیز گھریلو جھگڑے اور شقاق کا باعث بنتی ہے۔

۴۔ خاندانی دباؤ

بعض اوقات فریقین رضامندی کے ساتھ اپنی زندگی گزارنا چاہتے ہیں لیکن والدین یا دیگر رشتہ داروں کے ناجائز دباو کی وجہ سے وہ اپنی ازدواجی زندگی پر سکون انداز میں نہیں گزار سکتے۔ خاندان میں کشیدگی کی یہ فضابڑھتے بڑھتے زوجین میں لڑائی جھگڑے کی صورت اختیار کر لیتی ہے۔ شادی کے مقاصد میں سے ایک اہم مقصد اولاد کا حصول بھی ہے۔ بعض اوقات اولاد کا نہ ہونا یا بیٹیوں کی پیدائش اور اولادِ نرینہ کا نہ ہونا بھی، اس کی ایک وجہ بن جاتا ہے۔ یہ خالصتاً اللہ کی دی ہوئی نعمت ہے، اس میں کسی انسان کا کوئی دخل نہیں۔ لیکن زوجین میں سے کسی ایک کو اس کا ذمہ دار ٹھہرا کر اسے نزاع کی بنیاد بنا دیا جاتا ہے۔

۵۔ دین سے دوری

زوجین کے درمیان لڑائی کا اہم سبب ان کی دین سے عدم واقفیت ہے، جس کی وجہ سے ان کو والدین کے حقوق، بچوں کے حقوق، اور سب سے بڑھ کر آپس کے حقوق کے بارے میں علم ہی نہیں ہوتا۔ دین سے یہ عدم واقفیت ایک دوسرے کے حقوق کو متاثر کرتی ہے اور ایک دوسرے کے حقوق ادا نہ ہونے کی وجہ سے میاں بیوی میں اختلافات عروج تک پہنچ جاتے ہیں جو کی ایک گھر کے ٹوٹنے کا سبب بنتے ہیں۔

۶۔ شک کرنا

زوجین میں شقاق کی ایک بڑی وجہ ایک دوسرے پر اعتماد کا نہ ہونا اور ایک دوسرے پر شک کرنا ہے۔ شک جس بھی رشتے میں ہوتا ہے اس کو داغ دار کر دیتا ہے اور اگر یہ شک زوجین میں بھی موجود ہو تو پھر شادی جیسا حسین رشتہ بھی اس شک کی بھینٹ چڑھ جاتا ہے اور دو لوگ ہمیشہ کے لئے جدا ہو جاتے ہیں۔
مذکور اسباب کا خلاصہ یہ ہے کہ بے جوڑ کی شادیاں، والدین کا بچوں کو روز مرّہ مسائل سے نپٹنے کی تربیت نہیں کرتے۔ والدین کا دباؤ بچوں پر شادی کے بعد بھی موجود رہتا ہے، اور غیر ضروری مداخلت کی جاتی ہے۔ باہمی اعتماد کی کمی اور دین سے دُوری اس کے اہم اسباب ہیں۔

اختلافات و تنازعات کے حل کے دو طریقے

اسلامی سماجی ادب و روایات میں عائلی اختلافات و تنازعات کے حل کے دو طریقے تجویز کیے گئے ہیں: ایک اصلاح، اور دوسرا، تحکیم۔

اصلاح یہ ہے کہ زوجین کے درمیان اختلافی امور کے دائرہ کو محدود کیا جائے۔ اختلاف و انتشار پیدا کرنے والی باتوں کی پردہ پوشی کی جائے، اور انہیں آس پاس کے دیگر افراد تک پہنچانے سے گریز کیا جائے۔ مفاہمت کے ذریعے کسی درمیانے حل پر اتفاق کرنے کی کوشش کی جائے اور دوبارہ محبت و مودت والی زندگی شروع کی جائے۔

نبی ﷺ ،نے اس ضمن میں تفصیلی ہدایات دی ہیں جن کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

1۔ شریکِ حیات کے انتخاب میں اختیار

نبی کریم ﷺ نے اپنی زندگی میں متعدد خواتین کی شادی خانہ آبادی کا اہتمام فرمایا۔ کئی خواتین ایسی تھیں، جن کی کفالت کی ذمہ داری آپ ﷺ پر تھی۔[9] نبوی ﷺ تعلیمات سے ثابت ہوتا ہے کہ نکاح و شادی لڑکے اور لڑکی کی مرضی سے ہونی چاہیئے، اگر وہ بالغ ہوں۔ نابالغ کی شادی کا حق اس کے والد کو ہے مگر بہتر ہے کہ وہ ان کی مرضی و پسند کا خیال رکھے۔ عہدِ نبوی ﷺ میں بعض خواتین کو اپنے جبری نکاحوں اور ناپسندیدہ شادیوں کی شکایات خدمتِ نبوی ﷺ میں درج کرانا پڑیں اور وہاں سے اُن کی شکایات کا ازالہ ہوا۔

حضرت خنساء بنت خدام انصاریؓ کے اپنے والد کے کیے گئے نکاح کو ناپسند کرنے کی وجہ سے آپ نے اس کے نکاح کو فسخ کر دیا۔[10]

عورت کے انتخاب میں عام طور پر چار امور پیشِ نظر ہوتے ہیں: جمال و مال و نسب و اخلاق۔ قال الرسول صلی اللہ علیہ وسلم: تُنْكَحُ الْمَرْأَةُ لِأَرْبَعٍ: لِمَالِهَا، وَلِحَسَبِهَا، وَلِجَمَالِهَا، وَلِدِينِهَا، فَاظْفَرْ بِذَاتِ الدِّينِ تَرِبَتْ يَدَاكَ[11]

"نبی ﷺ نے دین و اخلاق کی خوبی کو ترجیح دینے کی تعلیم دی ہے۔ جب کہ مرد کے انتخاب میں بھی دین و اخلاق کی خوبیوں کو ہی راجح قرار دیا ہے"

وقال صلی اللہ علیہ وسلم : إذا أتاكم مَن ترضون دينه وخلقه فأنكحوه. إلا تفعلوه تَكُن فتنة في الأرض وفساد كبير[12]

"جب آپ کے پاس ایسے مرد کا رشتہ آئے جس کے دین و اخلاق سے آپ مطمئن ہوں تو اپنی زیرِ کفالت کا اس سے نکاح کر دیں، اگر ایسا نہ کیا تو زمین میں فتنہ اور بڑا فساد برپا ہو جائے گا"

یہ مرحلے خاندان ہی سر انجام دیتا ہے۔ تاہم اس میں بنیادی معیار بیٹے یا بیٹی کی راحت و تسکین ہی ہونا چاہیئے۔ زندگی تو انہیں ہی ایک دوسرے کے ساتھ مل کر گذارنی ہے۔ لہذا ان صفات کے تعین میں دونوں کی رضامندی کو شامل کیا جانا چاہیئے۔ دین و نسل اور فرد و اجتماع کی بقا کے لیے یہ اہم ہدایات ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ نبی ﷺ نے ان کی عدم رضا پر نکاح کرنے کو منع کیا ہے۔ جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

لا تُنكح البكر حتى تُستأذَن، قالوا: «يا رسول الله، و كيف إذنها؟، قال: إذا سكتت [13]

وفي رواية أخرى للبخاري: «لا تنكح الأيّم حتى تُستأمر، ولا تنكح البكر حتى تستأذن»، قالوا: «يارسول الله، كيف إذنها؟»، قال: «أن تسكت» [14]

اس ضمن میں ایک اور واقعہ اہم ہے کہ کچھ لوگ نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ ہماری ایک بیٹی ہے اس کے لیے دو آدمیوں نے رشتہ بھیجا ہے: ایک نوجوان آدمی ہے لیکن مالی اعتبار سے تنگ دست ہے جب کہ دوسرا مالی اعتبار سے خوش حال ہے لیکن عمر زیادہ ہے۔ ہماری بیٹی نوجوان آدمی سے رشتہ کرنا چاہتی ہے۔ آپ ﷺ نے انہیں فرمایا کہ میں نے دو منکوحین سے زیادہ باہمی محبت کسی میں نہیں دیکھی، یعنی انہیں اپنی بیٹی کی بات ماننی چاہیئے۔ سیدہ زینب بنت عثمانؓ کے چچا نے ان کا نکاح، اُن کی غیر پسند کی جگہ پر کیا، آپ کے علم میں جب اس کی شکایت آئی، آپ ﷺ نے اسے مسترد کر دیا۔ [15]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی ایک مشہور روایت ہے جس میں آپ ﷺ نے ایک لڑکی کو، کہ جس کا نکاح اس کے والد نے اس کے چچازاد سے اس کی مرضی کے بغیر کر دیا تھا، اختیار دے دیا تھا کہ وہ چاہے تو اس نکاح کو ختم کر دے۔ [16] حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے بھی ایک ایسی ہی روایت منقول ہے۔ [17] اس طرح کی متعدد روایات موجود ہیں۔ [18]

۲۔اسبابِ نزاع کا بروقت تدارک

نبی کریم ﷺ نے زوجین کے مابین بہتر تعلقات کی نشو و نما اور اصلاح و مفاہمت کی برقراری کے مختلف وسائل اختیار کیے اور اختیار کرنے کی تعلیم دی جس میں سے ایک اسبابِ نزاع کا بروقت تدارک ہے۔

نبی کریم ﷺ نے کئی مواقع پر زوجین میں تعلقات خرابی کی انتہا تک پہنچنے سے پہلے ہی اُن اسباب کے تدارک کی طرف توجہ فرمائی، جن کی بنا پر ایسا ہونے لگا تھا۔ کتبِ سیرت میں ایک واقعہ منقول ہے کہ ایک خاتون، رسول اکرم ﷺ کی زوجہ مطہرہ سیدہ عائشہؓ کے پاس بیٹھی تھیں، اور ان کا حال زار زار تھا۔ نہ

لباس ٹھیک تھا نہ زیب و زینت کا نشان تھا، وہ خاصی ابتر حالت میں تھیں۔ رسولِ اکرم ﷺ تشریف لائے تو آپ ﷺ نے ان کا، اور اُن کے شوہر کا حال دریافت فرمایا۔ انھوں نے اپنے شوہر کی عبادت گزاری اور شب بیداری کی خوب تعریف کی۔ اُن کے جانے کے بعد سیدہ عائشہؓ نے اُن کی تعریف کی کہ وہ اپنے شوہر کی کیسی مدح خوان تھیں۔ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا کہ وہ اپنے شوہر کی عدم توجہی کی شکایت کر رہی تھیں، تعریف و تحسین نہیں۔ بہر حال آپ ﷺ نے ان کے شوہر کو سمجھایا اور پھر کچھ دن بعد وہ حضرت عائشہ صدیقہؓ سے ملنے آئیں تو خوب بنی سنوری تھیں اور اُن کا لباس بھی عمدہ اور صاف ستھرا تھا۔ حضرت صدیقہ کے استفسار پر انہوں نے بتایا کہ اب اُن کا شوہر اُن کی طرف بے توجہی نہیں برتتا۔[19] اس طرح کے دیگر واقعات بھی سیرت کی کتب میں منقول ہیں۔

آپ ﷺ نے زوجین کے مابین گھریلو اور ازدواجی فرائض ادا کرنے کی راہ میں حائل رکاوٹیں دور کرنے کے لیے متعدد اقدامات اٹھائے، اور اپنے قول و عمل سے اس کی اصلاح کی تدابیر بتائیں۔ نبی کریم ﷺ کے علم میں جب بھی کوئی ایسا معاملہ و نزاع آتا، آپ ﷺ زوجین کے مابین اصلاح کی کوشش فرماتے۔ اس کی گواہی قرآنِ حکیم نے بھی دی ہے کہ جب سیدنا زید رضی اللہ عنہ اور سیدنا زینب رضی اللہ عنہا کے درمیان ناچاقی کی فضا بنی اور حضرت زید نے اپنی زوجہ کو طلاق دینے کا ارادہ کیا تو آپ ﷺ نے انہیں روکنے کی کوشش فرمائی۔ قرآن کے الفاظ ہیں:

وَاِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِيْٓ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاَنْعَمْتَ عَلَيْهِ اَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللّٰهَ

"اور جب آپ اس شخص سے فرما رہے تھے جس پر اللہ نے انعام کیا اور آپ نے انعام کیا کہ اپنی بیوی کو اپنے پاس روکے رکھو اور اللہ سے ڈر "[20]

آپ ﷺ کی نبوی زندگی میں اکثر، بیویاں اپنے شوہروں کی اور شوہر اپنی بیویوں کی شکایتیں لے کر آتے تھے۔ آپ ﷺ نہایت توجہ و ہمدردی کے ساتھ ان کی شکایات سنتے تھے اور کمال حکمت و بصیرت کے ساتھ اُن کو حل کرنے کی کوشش فرماتے تھے۔ آپ ﷺ ، اکثر خواتین کو اُن کے شوہروں کے حقوق کی یاد دہانی کرواتے۔ جیسا کہ حضرت حصین بن محصنؓ روایت کرتے ہیں کہ میری پھوپھی، نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور اپنی کوئی ضرورت پیش کیں، آپ ﷺ نے اُن کی ضرورت پوری فرمانے کے بعد ان سے دریافت فرمایا کہ کیا وہ شادی شدہ ہیں؟ انہوں نے اثبات میں جواب دیا تو آپ ﷺ نے

اُن سے پوچھا کہ اُن کا اپنے شوہر سے کیسا تعلق چل رہا ہے ؟(قربت کا، یا دُوری کا، الفت و محبت کا یا کچھ اور) وہ جواب میں کہنے لگیں: میں ممکنہ حد تک اس میں کوتاہی نہیں کرتی البتہ جو میرے بس میں نہ تو" تو آپ ﷺ نے فرمایا: تو اس کی پرواہ رکھا کر، وہی تیری جنت بھی ہیں اور جہنم بھی"

آپ ﷺ کے تربیت یافتہ اصحابؓ نے بھی اس اُسوہ کو اپنائے رکھا۔ حضرت عمرؓ کے پاس ایک دفعہ ایک عورت اپنے شوہر کی شکایت لے کر آئی کہ اس کے شوہر میں خیر کے مقابلے میں شرّ زیادہ ہے۔ تو سیدنا عمرؓ نے اس سے کہا کہ " مجھے تو تیرے شوہر میں خیر ہی نظر آتا ہے" بہر حال اُس کے شوہر کو بلوالیا گیا۔ حضرت عمرؓ نے اُس کی بیوی کی شکایت کا ذکر کیا۔ اُس کے شوہر نے اپنی بیوی کی شکایت کو غلط قرار دیتے ہوئے کہا کہ اس کے پاس کتنی ہی عورتوں سے زیادہ بہتر لباس اور گھریلو سہولیات ہیں۔ لیکن یہ اپنے شوہر کے ازدواجی حقوق بھی پورے ادا نہیں کر پاتی۔ حضرت عمرؓ نے جب بیوی سے اس بارے پوچھا تو اُس نے اس کی تصدیق کی۔ حضرت عمرؓ نے عورت کو ڈانٹتے ہوئے فرمایا کہ او اپنی جان کی دشمن! تو نے اپنے شوہر کی جوانی ختم کی، اس کا مال کھایا، پھر اس پر ایسے الزامات بھی لگاتی ہو جو اس میں نہیں ہیں۔ تو کہنے لگی اس دفعہ معاف کر دیں، آئندہ آپ مجھے اس مقام پر نہیں دیکھیں گے۔ سیدنا عمرؓ نے اسے تین نصیحتیں ارشاد فرمائیں۔ اللہ سے ڈرتی رہ، اپنے شوہر سے اچھا برتاو رکھ۔ پھر آپ اس کے شوہر کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: اس شکایت کو دل میں نہ بٹھانا اور اس سے اچھا برتاو جاری رکھنا۔ شوہر نے اس کا وعدہ کیا۔ [21]

بعض اوقات اصلاحی کوششیں بارآور نہیں بھی ہو پاتیں۔ تاہم اس طرح کی کاوشیں اجر سے خالی نہیں ہیں۔ جیسے جب آپ ﷺ نے بریرہؓ کو آزاد کیا تو اس وقت وہ ایک غلام کے تحت تھیں۔ لہٰذا اسے اپنے شوہر سے جُدائی کا اختیار دیا گیا۔ اس لیے کہ غلام کی بیوی اگر آزاد ہو جائے تو اسے اپنے پہلے شوہر سے آزادی کا اختیار ہوتا ہے۔ بریرہؓ کا شوہر اسے بہت چاہتا تھا۔ تاہم بریرہؓ نے اُس سے علیحدگی اختیار کرلی۔ وہ اُس کی جدائی میں گلیوں میں روتا پھرتا تھا۔ وہ اُسے منانے اور اپنے پاس رکھنے کے ذرائع تلاش کرتا رہتا تھا۔ اس نے نبی ﷺ کی سفارش ڈھونڈی، آپ ﷺ نے بریرہؓ کو سمجھانے کے انداز میں فرمایا: اگر تو اس سے مان جاتو، کہ آخر یہ تیرے بچے کا باپ ہے۔ کہنے لگیں۔ اے اللہ کے رسول ﷺ ! کیا یہ آپ کا حکم ہے ؟، آپ ﷺ نے فرمایا، میں تو بس سفارش کر رہا ہوں، حکم نہیں دے رہا۔ کہنے لگیں: مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے۔ [22]

۳۔ باہمی حقوق کی معرفت کی تاکید

ایک ذریعہ باہمی حقوق کی معرفت و ادائیگی، بیوی کے حقوق میں نان و نفقہ، لباس اور مناسب مکان و اسبابِ سکونت شامل ہیں۔ مزید یہ کہ نہ تو بلاوجہ اپنی زوجہ کو تکلیف دے، نہ ہی گھر سے نکالے۔ بیوی کے فرائض میں اپنے شوہر کی اطاعت و فرماں برداری اور اس کی خدمت شامل ہے۔ اس ہدایت پر مشتمل متعدد احادیث موجود ہیں۔

۴۔ والدین کا اولاد کی بہتر تعلیم و تربیت کرنا

والدین کے لیے ضروری ہے کہ جہاں وہ اپنے بچوں کی رہائش، خوراک و تعلیم و تربیت کا خیال رکھتے ہیں، انہیں ایک دوسرے کے ساتھ مل جل کر رہنے کے آداب و تعلیمات سے بھی آگاہ کریں۔ ازدواجی زندگی کے آداب کی تعلیم بھی دیں۔ تاہم یہ چیزیں صرف زبانی طور پر سکھانے سے نہیں آئیں گی بلکہ بچے انہیں مشاہدات و معاشرت سے سیکھتے ہیں۔ لہذا والدین کو ان کے سامنے ایک اچھا نمونہ دینا ہو گا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ کسی والد نے اپنی اولاد کو بہتر تربیت سے زیادہ اچھا تحفہ نہیں دیا ہے۔ اولاد کی بہتری اسی میں ہے کہ ان کے والدین کے تعلقات مثبت اور مودت پر مبنی ہوں۔ خاندان کو چاہیئے کہ وہ بچوں میں دیانتداری، احترام، ایک دوسرے کی حوصلہ افزائی، احساسِ ذمّہ داری اور مذہب کی پیروی جیسی اقدار پروان چڑھائیں۔

۵۔ تنازعات و اختلافات میں والدین کی ذمہ داری

ازدواجی زندگی فطری طور پر مشکلات سے مملو ہے۔ اس لیے مفاہمت کے لیے رشتہ داروں خصوصاً والدین کی جانب سے کی جانے والی کوششوں کے بہت اثرات ہوتے ہیں۔ لہذا والدین کی طرف سے اپنی بیٹی یا بیٹے کی شادی کر دینے سے ان کی ذمہ داریاں ختم نہیں ہو جاتیں۔ بلکہ جب کبھی بھی ان کے شادی شدہ بیٹے یا بیٹی کی ازدواجی زندگی میں مسائل پیدا ہوں تو والدین کی ذمہ داری کہ حکمت و عمدہ نصیحت کے ساتھ ان کو حل کرائیں۔ یہاں یہ بات ذہن میں رہے کہ والدین اپنے بچوں کے ازدواجی معاملات میں مُداخلت سے عام طور پر گریز کریں اور ایسا صرف اُسی صورت میں ہو جب وہ سمجھیں کہ مداخلت نہ کرنے کی صورت میں ازدواجی معاملات میں مشکلات مزید بڑھ جائیں گی۔ والدین اگر محسوس کریں کہ تنازعہ

انتہائی حد تک پہنچ چکا ہے جس کا نتیجہ علیحد گی کی صورت میں نکل سکتا ہے تو انہیں چاہیئے کہ وہ اپنے بیٹی یا بیٹے کو طلاق سے روکیں۔

۶۔ زوجین کا باہمی مسائل میں تعاون وہمدردی کا رویہ رکھنا

ازدواجی مطابقت و موافقت کی بنیاد، باہمی تعلقات کا مضبوط ہونا ہے۔ جب دونوں ایک دوسرے کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ احترام و محبت اور اخلاص و مروت کو ملحوظ رکھیں۔

۷۔ زوجین کا بعض باہمی حقوق سے دست بردار ہونا

زوجین اپنے بعض حقوق سے دست بردار ہو جائیں تاکہ تعلقات برقرار رہیں اور ناگواریں کم سے کم ہوں۔ اسی طرح پیش آمدہ حالات و واقعات میں مناسب اصلاحی اقدامات اُٹھائے جاسکتے ہیں۔

۸۔ زوجین میں باہم صلح کے لیے نبوی ﷺ تاکید

مصلح کی بنیادی ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ فریقین کو ان کے حقوق کی یاددہانی کرائے۔ جیسا کہ قرآنِ حکیم میں ارشاد ہوا ہے: وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ[23]

"زوجین کے ایک دوسرے پر معروف طریقے سے حقوق ادا کرنا واجب ہیں"

دراصل زوجین میں سے جو بھی فرقت کی رائے بناتا ہے، اپنے آپ کو صحیح ہی سمجھ رہا ہوتا ہے۔ اور اُس کی رائے میں اس کے حقوق پورے نہیں ہو رہے ہوتے ہیں۔ اس لیے بعض اوقات اصلاح کی کاوشیں بُروئے کار نہیں بھی آتی ہیں۔ تاہم اپنے طور پر پوری کوشش کرنا ضروری ہے اور اجر دینے والی ذات تو اللہ ہی کی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے اصلاح بین الزوجین کے حوالے سے ارشاد فرمایا ہے:

ليس الكذاب الذي يصلح بين الناس فينمي خيرًا أو يقول خيرًا [24]

"وہ آدمی جھوٹا نہیں جو لوگوں میں صلح کروانے کے لیے بھلائی اور بہتری کی بات کرے"

ایک اور حدیث کی راویہ حضرت اِم کلثوم بنت عقبہ کہتی ہیں کہ اس طرح کے کلام کی اجازت صرف تین مواقع پر ہو سکتی ہے: جنگ کے موقع پر، لوگوں میں اصلاح کی غرض سے، اور میاں اور بیوی کے درمیان رنجش اور رقابت کو ختم کرنے کی غرض سے۔ لَا يحل الْكَذِب إِلاَّ فِي ثَلَاث: يحدث الرجل امْرَأَته ليرضيها، وَالْكذب فِي الْحَرْب، وَالْكذب ليصلح بَين النَّاس[25]

امام بیہقی نے ایک حدیث روایت کی ہے کہ ایک دفعہ سیدنا ایوب علیہ السلام کو نبی ﷺ نے فرمایا: اے ابو ایوب! کیا میں تمہیں ایک ایسا صدقہ نہ بتاوں، جس کو کرنے سے اللہ اور اس کا رسول ﷺ راضی ہو جائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تصلح بين الناس إذا تفاسدوا وتقرب بينهم إذا تباعدوا ۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ راوی ہیں، کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: أفضل الصدقة إصلاح ذات البين۔

امام ابن حجر عسقلانی کہتے ہیں کہ: هذا الخبر ظاهر في أن الإصلاح أفضل من الصدقة بالمال یہ حدیث ظاہر کرتی ہے کہ لوگوں کے درمیان اصلاح کرانا، مال کے صدقے سے افضل ہے

حضرت ابو الدرداء کی ایک حدیث جسے امام أحمد، امام أبو داود، اور امام ترمذي نے روایت کی ہے اور اسے صحیح قرار دیا ہے کہ آنحضور ﷺ نے فرمایا: ألا أخبركم بأفضل من درجة الصيام والصلاة والصدقة؟ قالوا: بلى قال: إصلاح ذات البين[26]

" کیا میں تمہیں ایسی بات نہ بتاوں جو روزے، نماز اور صدقہ سے بہتر ہے: صحابی نے کہا ضرور بتائیے! آپ ﷺ نے فرمایا: لوگوں کے درمیان صلح کروانا "

ایک اور حدیث کے الفاظ ہیں: لَمْ يَكْذِبْ مَنْ يَنِمٌّ بَيْنَ اثْنَيْنِ لِيُصْلِحَ[27]

" وہ جھوٹا نہیں جو دو آدمیوں کے درمیان صلح کے لیے جھوٹی بات کرے "

پس ایک آدمی کے لیے جائز ہے کہ زوجین میں سے دوسرے فریق کی ایسی صفت کے ساتھ بھی تعریف کر دے جو کہ اس میں نہیں بھی ہے، تاکہ اس طرح زوجین میں قربت پیدا کی جاسکے۔

زوجین کے درمیان اختلاف ونزاع وشقاق کی انتہائی صورت اور تحکیم

تاہم اگر زوجین کتاب وسنت کی تعلیمات ترک کر دیتے ہیں، خواہشاتِ نفسانی کی پیروی کرتے ہیں، اپنے مزاج وعادات اور بعض دیگر عوامل کی بنا پر باہم نباہ پر راضی نہیں ہوتے ہیں، اور طلاق کو ہی حل سمجھنے لگیں۔ ان مشکلات ومصائب کو نظر میں نہ لائیں، جو صاحب اولاد ہونے کی صورت میں اولاد اور خاندان کے دیگر افراد کو برداشت کرنی پڑیں گی، تو ایسی صورت میں حکمین کے تقرر کا مرحلہ آتا ہے تاکہ خاندان کو بچایا جاسکے۔ خاندان کا بچاو دراصل، معاشرے کا بچاو ہے۔ اس لیے کہ شیطان اس وقت زیادہ خوش ہوتا ہے جب وہ زوجین کے مابین مفارقت پیدا کرتا ہے۔ نبی کریم ﷺ کی ایک حدیث سے معلوم ہوتا

ہے کہ شیطان اپنے چیلوں میں سے اُس چیلے کے عمل سے زیادہ خوش ہوتا ہے جو یہ بتاتا ہے کہ اُس نے میاں بیوی میں فُرقت ڈال دی ہے:

إن إبليس يضع عرشه على الماء ثم يبعث سراياه، فأدناهم منه منزلة أعظمهم فتنة، يجيء أحدهم فيقول: فعلت كذا و كذا، فيقول: ما صنعت شيئًا، قال: ثم يجيء أحدهم فيقول: ما تركته حتى فرقت بينه وبين امرأته، فيدنيه منه ويقول: نِعْم أنت۔ [28]

ایک دفعہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے علم میں زوجین کے مابین ناچاقی کا معاملہ آیا، آپ نے حکمین کا تقرر کیا اور انہیں تاکید کی کہ وہ صلح کرواکے لوٹیں۔ انہوں نے اپنا فریضہ بخوبی سرانجام دیا۔ آپ نے انہیں شاباش دی۔[29]

اگر زوجین کے مابین اختلافات، اور تنازعات یعنی شقاق پیدا ہو جائے، جس کی طرف قرآنِ حکیم نے بھی اشارہ کیا ہے:

وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا ۚ اِنْ يُّرِيْدَآ اِصْلَاحًا يُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا ۗ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا خَبِيْرًا۔ [30]

"اور اگر تمہیں کہیں میاں بیوی کے تعلقات بگڑ جانے کا خطرہ ہو تو ایک منصف شخص کو مرد کے خاندان میں سے اور ایک منصف شخص کو عورت کے خاندان میں سے مقرر کرو، اگر یہ دونوں صلح کرنا چاہیں گے تو اللہ ان دونوں میں موافقت کر دے گا، بے شک اللہ سب کچھ جاننے والا خبردار ہے " [31]

اصلاح نہ ہو سکے تو دوسرا طریقہ یہ کہ دونوں خاندانوں سے ایک ایک ایسا فرد منتخب کیا جائے جو اصلاح و مفاہمت کے تجربات رکھتے ہوں۔ تاہم تقررِ حکمین کے بعض منفی مضمرات بھی ہوں گے۔ اختلاف و نزاع کی خبریں گھر کی چار دیواری سے نکل کر دیگر افراد تک پہنچ جاتی ہیں۔ حالاں کہ گھر کے رازوں کو گھر تک ہی محدود رہنا چاہیئے۔ ورنہ باتوں کے بتنگڑ بنتے ہیں۔ علاوہ ازیں تحکیم میں، خدانخواستہ، مطابقت و مفاہمت کی صورت نہ نکلے تو حکمین پر تو کوئی نہ کوئی فیصلہ کرنا ضروری ہوتا ہے۔ اس لیے، زوجین میں علیحدگی کا ناخوش گوار فیصلہ بھی سامنے آسکتا ہے۔

ابن منظور افریقی نے قرآنِ حکیم میں مذکور اصطلاح، تحکیم کے لغت کے اعتبار سے یہ معانی بتائے ہیں:

مقدمہ دائر کرنا، روکنا، اصلاح کرنا، حوالہ کرنا، فیصلہ کرنا، کسی کام کو بحسن وخوبی انجام دیناوغیرہ۔ [32] اس کا اصطلاحی مفہوم ہے: کسی معاملے کے دونوں فریقوں کا کسی ایک کو ثالث بنانا، جو دونوں کے درمیان فیصلے کا فریضہ انجام دے۔ ثالث ایک بھی ہو سکتا ہے اور متعدد بھی۔ مشہور مفسر ابن جریر طبری کی رائے میں ثالث یا حاکم کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ میاں بیوی کے درمیان لڑائی کو ختم کرے۔ ایک حکم، مرد کی طرف سے اور ایک حکم اور عورت کی طرف سے مقرّر ہو گا۔ یہ اس لیے کہ وہ دونوں، میاں بیوی کے احوال کو بگاڑ کی طرف جانے سے روکیں گے۔ حکمین عادل ہوں، حسنِ بصیرت اور حسنِ نظر کے حامل ہوں اگر ان کے اہل میں سے ایسے دو شخص نہ ہوں تو پھر کوئی اور دو شخص جو عادل اور عالم ہوں۔ یہ اس وقت ہے جب معاملہ سمجھنا مشکل ہو جائے اور یہ معلوم نہ ہو کہ زیادتی کس کی طرف سے ہے۔[33]

شرائطِ حکم

اللہ تعالیٰ نے میاں بیوی کے درمیان معاملات کو سلجھانے کیلئے بھیجے گئے افراد کیلئے "حکم" کا لفظ استعمال فرمایا ہے جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ایسے شخص میں کچھ صلاحیت اور اوصاف درکار ہیں، کیونکہ نزاعات اور جھگڑے میں فیصلہ کرنا ہر آدمی کا کام نہیں ہے، لہذا اسلامی شریعت نے حکمین کے لئے کچھ شرطیں مقرر کی ہیں، جو کہ درج ذیل ہیں:

پہلی شرط: یہ ہے کہ حکمین میاں بیوی کے خاندان سے ہوں، اور یہ جمہور اہلِ علم کے نزدیک بہتر ہے، ابنِ ہمام رحمہ اللہ تحریر کرتے ہیں بہتر یہ ہے کہ حکمین میاں بیوی کے خاندان سے ہوں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے، اور بہتر اس وجہ سے ہے کہ وہ دونوں ان کے اندرونی معاملات سے زیادہ باخبر ہونگے، اور ان کے حق میں زیادہ مشفق ہوں گے۔ یہ ہی قول امام شافعی اور احمد، اور مالکیہ کا ہے۔[34] خاندان سے ہونے میں حکمت یہ ہے کہ زوجین انہیں وہ ساری باتیں بتا سکتے ہیں جو دوسروں کو نہیں بتا سکتے۔

دوسری شرط: یہ ہے کہ حکمین عاقل، بالغ، اور معاملہ کی شرعی نوعیت یعنی جمع، تفریق، نکاح، طلاق اور میاں بیوی کے نشوز کے احکام سے واقفیت رکھنے والے ہوں، مرد ہوں، آزاد ہوں، رشید یعنی سمجھدار ہوں، تاکہ مسئلہ کو صحیح سمجھ بوجھ کے ساتھ حل کر سکے اور جمع و تفریق کی ذمّہ داری کو معاملہ فہم ہونے کی وجہ سے اچھی طرح نبھا سکیں۔[35]

تیسری شرط: مالکیہ اور حنابلہ کے نزدیک یہ ہے کہ حَکَم مرد ہو۔ اس کی علت ابنِ قدامہ یہ بیان کرتے ہیں : "لأنه يفتقر الى الرأي النظر"[36] "اس لئے کے فیصلہ میں غور و فکر کی ضرورت پڑتی ہے" جبکہ شافعیہ کے نزدیک مرد ہونا شرط نہیں ہے۔

حکم کے اختیارات اور ذمّہ داریاں:۔

حکمین کے انتخاب میں غور و تدبر سے کام لینا چاہیئے۔ ایسے دو افراد، زوجین، بطور حَکَم منتخب کریں جو اختلافی و نزاعی معاملات خصوصاً عائلی و ازدواجی مسائل کو سلجھانے کا تجربہ رکھتے ہوں۔ تقرر حکمین کا طریقِ کار عدالتی نظم کی کئی اعتبارات سے معاونت کرتا ہے۔ بلکہ اس میں متعدد ایسے حِکَم و فوائد ہیں، جو عدالتی طریقِ کار سے شاید حاصل نہ ہو سکیں۔ فیصلہ کرنے والے (یعنی قاضی اور جج) میں ہیبت اور وقار ہوتا ہے۔ جبکہ تصفیہ کرنے والا ترغیب اور سفارش کا طریقہ استعمال کرتا ہے۔ حکمین کو ان دونوں کے درمیانی طریقے کو اختیار کرنا چاہیئے۔ حَکَمین کو اپنی ذمہ داریاں ادا کرتے ہوئے حسب ذیل اُمور کو پیشِ نظر رکھنا ہوتا ہے۔

۱۔ نزاعی مسائل کو حل کرنے میں تاخیر نہ کی جائے۔ حکمین کو چاہیئے کہ وہ ایک وقت میں ایک ہی نزاعی معاملے کو حل کرنے کی ذمہ داری لیں۔ اور اس معاملے کو بلا تاخیر حل کریں۔

۲۔ فریقین کے ساتھ نفرت یا عداوت پیدا نہ ہونے دی جائے، اس لیے کہ حکمین فریقین کی رضامندی سے ہی چنے گئے ہیں۔

اس پر تو سب کا اتفاق ہے کہ جب دو حکم مقرر کر دیئے جاتے ہیں تو ان کا سب سے پہلا کام یہ ہوتا ہے کہ زوجین کے درمیان مفاہمت اور صلح کی کوشش کریں۔ دونوں کے درمیان الفت و محبت بحال کرنے کے لئے ہر ممکن طریقہ اختیار کریں۔ وہ دونوں نرم گفتاری، انصاف اور ترغیب و ترھیب سے کام لیں۔ اگر دونوں کا تعلق خاندان سے ہی ہو تو دونوں میں سے ہر ایک اپنے اپنے رشتہ دار میاں یا بیوی کے ساتھ علیحدہ علیحدہ تفصیلات معلوم کرے۔ اس کے بعد دونوں حکم آپس میں ایک دوسرے کو پوری تفصیلات سے آگاہ کریں گے۔ کچھ بھی چھپانا مناسب نہیں، زوجین سے کیا بات ہوتی ہے کھل کر سامنے آنی چاہیئے۔[37]، [38]

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ حکمین کے کیے گئے فیصلے کی شرعی و قانونی حیثیت کیا ہے تو اس بارے میں علامہ محمد بن احمد ابن رشد مالکی لکھتے ہیں کہ: اگر حکمین زوجین کے درمیان اس رشتہ نکاح کو باقی رکھنے پر متفق ہو جائے تو دونوں کا قول نافذ ہو گا اور مزید کسی کاروائی کی ضرورت نہ رہے گی۔ زوجین بدستور ازدواجی زندگی گزاریں گے۔ آیتِ کریمہ میں بھی اسی جانب اشارہ کیا گیا ہے۔[39]

لیکن جب دونوں حکم اصلاحِ حال میں اپنی تمام تر کوششوں کے باوجود کامیابی حاصل نہ کر سکیں تو کیا کریں؟ کیا تفریق کر دیں یا معاملہ قاضی کے حوالے کر دیں؟ اس کے بارے میں چند آراء ہیں۔

حکمین کے فیصلے کی شرعی حثیت

حکمین کے فیصلے کی شرعی حثیت کے بارے میں علمائے کرام کے دو قول ہیں:

1۔ پہلا قول یہ ہے کہ ان کی حثیت صرف وکیل کی ہے۔ وکالت اصلاحِ احوال کے لئے ہے اگر اس میں کامیاب نہ ہوں تو میدان خالی کر دیں۔

دلائل: **فابعثوا حكماً من أهله وحكماً من اهلها**، کا مطلب ہے **فابعثوا رجلاً من قبله و رجلاً من قبلها**، ایک آدمی مرد کی جانب سے اور ایک آدمی عورت کی جانب سے بھیجو۔[40]

دوسری جہ یہ ہے کی زوجین جب عاقل و بالغ ہوں تو ان کی مرضی کے بغیر ان کی مصلحت کے خلاف فیصلہ کا حق ان کے علاوہ کسی کو حاصل نہ ہو گ، حضرت علیؓ نے اسطرح کے ایک فیصلہ میں حکمین کو حقِ تفریق نہیں دیا تھا۔ اور وہ صرف اس وجہ سے کہ مرد تفریق پر راضی نہ تھا، ہاں شوہر کو بیوی کی رضامندی حاصل کرنے کی تلقین ضرور کی تھی۔ یہی رائے احناف کی ہے شوافع کا راجح قول اور حنابلہ کا مشہور قول یہی ہے۔ حسن، ابو ثور، اور سدی سے بھی ایک روایت یہی ہے۔[41]

2۔ دوسرا قول یہ ہے کہ تحکیم کے اس عقد کو عقدِ الزامی (لازمی کرنے والا عقد) قرار دیا جائے گا اور دونوں جو بہتر خیال کریں گے، فیصلہ کر سکتے ہیں، جب صلح کی کوششیں بار آور نہ ہو سکیں، تو دونوں تفریق بھی کر سکتے ہیں۔ امام مالک اسی کے قائل ہیں۔ ظاہریہ کا مسلک، شوافع اور حنابلہ کا بھی ایک قول یہی ہے۔[42] اس قول کے قائلین کے متعدد دلائل ہیں:۔

نمبر 1۔ آیتِ تحکیم میں حکم کا لفظ استعمال ہوا ہے جو فیصلے میں اختیار کو بتا رہا ہے۔

نمبر 2۔ مشہور کوفی فقیہ حضرت عبیدہ بن عمرو السلمانی (م:72ھ) نے حضرت علیؓ سے آیت: و ان خفتم

شقاق بينهما کے سلسلے میں نقل کیا ہے ایک مرد و عورت حضرت علیؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے دونوں کے ساتھ لوگوں کی ایک جماعت تھی، حضرت علیؓ کے حکم پر انہوں نے زوجین کے گھر والوں میں سے دو حکم مقرر کیے۔ ایک ایک شخص دونوں خاندانوں سے۔ حضرت علیؓ نے ان دونوں کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا: هل تدريانِ ما عليكما؟ ان عليكما ان رأيتما أن تفرقا "تم جانتے ہو تمہیں کیا کرنا ہے؟ اگر تم دونوں کو ایک دوسرے سے علیحدہ کرنا زیادہ بہتر سمجھو تو تم ایسا کر سکتے ہو" عورت نے کہا: رضيت بكتاب الله بما علي فيه ولي "میں قرآن کے حکم کے مطابق جو کچھ میرا حق ہے اور ذمّہ داری ہے میں اس پر راضی ہوں" لیکن مرد نے کہا: أمّا الفرقة فلا "جہاں تک تفرقہ کا تعلق ہے تو میں اس پر راضی نہیں ہوں" اس پر حضرت علیؓ نے فرمایا: كذبت والله حتّٰى تقر بمثل الذى أقرت به" بخدا تم اس وقت تک جھوٹے ہو جب تک بعینہ عورت کی طرح اقرار نہ کر لو" [43]

اس حدیث سے استدلال کی وجہ یہ ہے کہ حضرت علیؓ نے شوہر کی اجازت کے بغیر دونوں حکم مقرر فرمائے اور شوہر نے جب تفریق سے انکار کیا تو اسے کتاب اللہ سے مراجعت کا حکم دیا کہ دیکھو تمھاری بیوی جو تفریق پر بھی رضامندی کا اظہار کر رہی ہے تمہیں بھی یہ ہی کرنا چاہیئے، اگر یہ صرف وکیل ہوتے تو آپ ان سے کچھ بھی نہ فرماتے۔ اسی طرح آپ نے حکمین سے أن عليكما "تمھاری ذمّہ داری ہے" سے خطاب فرمایا جس میں واضح اشارہ موجود ہے کہ تم حکم ہو پوری ذمّہ داری سے تمہیں یہ کام سرانجام دینا ہے، صرف وکیل نہیں کی تصفیہ ہو جائے تو ٹھیک ورنہ تمھاری کوئی ذمّہ داری نہ ہو۔

المختصر اصلاح کا ایک، مثبت مقصد میاں بیوی کے قلوب میں در آنے والے نفسیاتی عوارض کا خاتمہ ہے، جو خواہشاتِ نفسانی کی پیروی کی وجہ سے پیدا ہو جاتے ہیں۔ اولاد کی تربیت، دیکھ بھال، ملازمت، اور دیگر مسائل و مشکلات کی بنا پر بھی زوجین ایک دوسرے کا خیال نہیں رکھ پاتے۔ اس لیے حکمین کو اصلاح کا فریضہ سرانجام دیتے ہوئے اس رکاوٹ کو ختم کرنے کی طرف توجہ دینی ہوتی ہے۔ تاکہ ان کے درمیان افہام و تفہیم اور یگانگت کی فضا پیدا کی جا سکے۔ اس تعلق کی مضبوطی اسی طرح پیدا ہو سکتی ہے کہ دونوں ایک دوسرے کے حقوق کی ادائی کا خیال رکھیں، تاکہ مفاہمت اور یگانگی مثبت بنیادوں پر تشکیل پائے، نہ کہ تصنع اور وقتی و عارضی کسک کی بنیاد پر فیصلے ہوں۔

حوالہ جات

[1]Sadia Samina,Dr, Pakistani Muashry Main Khawateen K Smaji O Qanoni Masaiel, Idara Islamiat ,Lahore,2017,P60-70
[2] Al-Nisa,4:35
[3] Al-Room,30:21
[4] Al-Nisa,4:1
[5] Al-Shokani,Muhammad Bin Ali,Fatah-Ul-Qadeer,Dar-E-Ibn-E-Kaseer,Bairut,1414h,3/214
[6] Ali Ezat Baigoch,Islam Aur Magrib Ki Tehzibi Kashmakash,Mutrajam: Muhammad Ayyub Munir,Adara Muarif-E-Islami,Lahore,1997,P229
[7] Saddiqui,Yasin Mazhar,Nabi Kareem(S.A.W.W) Aur Khawateen-Aik Smaji Mutala,Lahore,2008,P9
[8] Haroon Muaviya,Azdwaji Zindagi K Rahnuma Asool,Dar-Ul-Ishaet,Karachi,2005,P263
[9] Bikhārī, Muḥammad Bin Ismā'īl, Al-Ṣaḥīḥ,Kitab Ul Nikah,Mukhtalif Abwab,Fathul Bari,9/131-452
[10] Bikhārī, Al-Ṣaḥīḥ, Kitab Ul Nikah,Bab Eza Zauj Al Rajula Ibnatihi Wa Heya Karihato,Hades No 5138
[11]Abid, Kitab Ul Nikah,Bab Al Ikfaye Fid Deen,Hades No 5090
[12] Ibn-E-Maja, Abu Abdullah Muhammad Bin Yazeed,Alqazweyni, Al Sunan,Kitab Ul Nikah,Bab Al Ikfaye,Hades No 1967.
[13] Bikhārī, Al-Ṣaḥīḥ,Kitab Ul Haeil, Bab Fil Nikah,Hades No 6968
[14] Abid,Hadees No 6970.
[15] Ibn-E-Saad ,Altabqaat,8/269
[16] -Nisaie,Ahmad Bin Shoaib, ,Al Sunan ,Kitab Ul Nikah,Bab Al Bikar Yazaujaha Abuha Wahiya Karihatu,Hadees No 3260
[17] Nisaie,Al Sunan,Kitab Ul Nikah,Bab Al Sayub,Hades No 3268
[18] Saddiqui,Yasin Mazhar,Nabi Kareem(S.A.W.W) Aur Khawateen-Aik Smaji Mutala, Nashriyat ,Lahore,2008,P176-174
[19] Abid,P182
[20]Al-Ahzaab,33:37
[21] - Ibn Ul Mubarad,Yousaf Bin Hassan Salehi,Mahaz Al-Sawab Fi Fzail-E-Ameer Uk Momineen Umar Bin Khatab,Aljamy Ul Islamia,Madina,2004,3/999-1000
[22] Bukhārī, Al-Ṣaḥīḥ, Kitab Ul Talaq,Bab Shifaet Ul Nabi Fi Zojati Barera,Hades No 5283
[23] Al-Baqarah,2:228
[24] Bukhārī, Al-Ṣaḥīḥ, Kitab Ul Sulah,Bab Laiesal Kazib Allazi,Hades No 2692
[25] Wahba Zukhaili,Dr,Al Tafseer Ul Munir,Tafseer Surah Al-Nisa,Ayat:114-115
[26] Aeni,Badar Uddin,Umdatul Qaari: Sharah Sahih Bukhari,Laiesal Kazibulazi,4/418
[27] -Nafas Masdar
[28] Yasin Mazhar,P182
[29] Gazali,Imam,Ahyaie Aloom Uddin,Kitab Adab Ul Nikah,4/49
[30] Al-Nisa,4:35

[31] Feroz Aabadi,Muhammad Bin Yaqub,Al-Qamoos Ul Muheet,Muasa Tul Risalah,-Bairut,1426h,P:6
[32] Ibn-E-Manzoor,Afriqi,Muhammad Bin Mukaram,Lisan Ul Arab,Dar-E-Saadir,Bairut,1414h,12/140
[33] Qurtabi,Abu Abdullah,Muhammad Bin Ahmad,Tafseer-E-Qurtabi,Idara Ziya Ul Musannafeen,Lahore2012,2/186
[34] -Ibn-E-Qadama,Abdullah Bin Ahmad,Almugni,Muktaba Qahira(S-N)8/425
[35]Ibn Ul Arabi,Almaliki,Ahkam Ul Quran,Dar Ul Fikar,Bairut,1414h,15/543
[36] Ibn-E-Qadama,Almugni,8/432
[37] Ibn-E-Farhoon Maliki, Burhan Uddin Ibrahim Binn Ali,Tabsara-Tul-Ahkam Fi Asool Ul Aqzia Wa Manahij Ul Ahkam,Maktaba Alkulyat,Alzohriya,2010,P225
[38] Dasuqi,Muhammad Bin Ahmad Hashiyatul Dasuqi Alaw Sharah-Ul-Kabir,Dar-Ul-Fikar,Bairut(S.N)2/345
[39] Ibn-E-Rushd,Muhammad Bin Ahmad,Badayatul Mujhtahid Wa Nahayatul Muqtasid,Dar-Ul-Hadees,Qahira,2004,2/274
[40] Razi,Fakhar Uddin,Muhammad Bin Umar,Mafatihul Gaiab,Dar-E-Ahya Ut Turas,Alarabi,Bairut,1420h,10/78
[41] Ibn-E-Nujaim,Zain Uddin Bin Ibrahim Bin Muhammad, Dar Ul Kitab Al-Islami(S.N)4/7
[42] Ibn-E-Hazam,Ali Bin Ahmad,Al-Muhalla Bil Aasaar.Dar Ul Fikar ,Bairut(S.N)9/525
[43] Dar-E-Qutni,Ali Bin Umar,Sunan Dar-E-Qutni,Moassatul Risala,Bairut,2004,5/238